اصحاب حسینی کے بعض فضائل و مناقب

تالیف: محمد اسماعیل عبداللہی
ترجمہ: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

کربلا اور عاشورائے حسینی سالکان راہ حق کے لئے نمونہ عمل اور رہنما ہے اور کوئی بھی دور یا نسل ایسی نہیں ہے جسے اس سراج و منہاج کی ضرورت نہ ہو۔امام حسینؑ کے باوفا اصحاب اس عظیم تحریک کا ایک حصہ اور اس کی شناخت کا ایک جز ہیں لہٰذا واقعہ کربلا کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اصحاب حسینی کو سمجھنا ضروری ہے۔اس طرح سے ہم واقعہ کربلا کے مختلف پہلوؤں کو درک کر سکتے ہیں۔امام حسینؑ کے اصحاب و انصار کی خصوصیات اور ان کے فضائل کو مختلف طریقوں سے درک کیا جاسکتا ہے:

۱. امام حسینؑ نے مختلف مواقع پر اپنے اصحاب کی خصوصیات و فضائل کو بیان کیا ہے۔
۲. مختلف مواقع پر اصحاب کا قول و فعل ان کی شان و منزلت کا مظہر ہے۔
۳. دشمنوں کی طرف سے ان کے سلسلہ میں بیان ہونے والی باتیں
۴. ان کے سلسلہ میں تاریخی روایتیں اور بزرگان قوم کے اقوال

اصحاب حسینی کی شان و منزلت کے لئے امام حسینؑ کا وہ جملہ کافی ہے جو آپ نے شب عاشورہ بیان فرمایا ہے۔امام سجادؑ فرماتے ہیں: شب عاشورہ میں اپنے بابا کے خیمہ کے قریب گیا تا کہ ان کی باتوں کو بہتر سن سکوں۔امامؑ نے اپنے اصحاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"فَاِنّی لَا اَعْلَمُ اَصْحَاباً اَوْفی(اولی) وَ لَا خَیْراً مِنْ اَصْحَابِی۔ترجمہ: میرے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہتر اصحاب کسی کو نہیں ملے ہیں۔[۱]"

۱۔ مفید، شیخ، الارشاد، ص۲۳۱

اس جملہ میں اصحاب حسینی کا سب سے زیادہ باوفا اور بہتر صحابہ کے عنوان سے تعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی امامؑ نے اپنے بعض صحابیوں کی شان میں ان کی شہادت سے قبل یا شہادت کے وقت کچھ جملے ارشاد فرمائے ہیں جس سے ان کی شان و منزلت ظاہر ہوتی ہے۔

امیر المومنینؑ جب جنگ صفین کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ امام حسینؑ اور بعض دوسرے ایسے افراد موجود تھے جو واقعہ کربلا میں شریک تھے۔ آپ کا گزر سرزمین کربلا سے ہوا تو آپ نے اس عظیم واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ”وَاهاً لَکِ یَا تُرْبَةُ! لَیُحْشَرَنَّ مِنْکِ قَومٌ یَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بَغَیْرِ الحسابٍ۔ ترجمہ:
> اے خاک! تجھ سے ایسے لوگ اٹھیں گے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونگیں۔[۱]“

واقعہ کربلا کے اخبار کو نقل کرنے والے دوسرے افراد یہاں تک کہ حمید بن مسلم اور ہلال بن نافع جیسے سپاہ دشمن کے مورخین نے بھی اصحاب حسینی کے فضائل و مناقب کو نقل کیا ہے۔

اصحاب حسینی کے بعض فضائل

ہر امتحان میں کامیاب: قرآنی تعبیر کے مطابق انسان ہمیشہ معرض ابتلا اور امتحان میں رہتا ہے جسے تمحیص، اختبار، امتحان، فتنہ اور ابتلا جیسے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ سورہ عنکبوت کی دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

> أَحَسِبَ النَّاسُ أَن یُتْرَکُوا أَن یَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُونَ۔ ترجمہ:
> کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا۔

اس امتحان میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو معرفت، محبت، تزکیہ اور تہذیب کے سہارے ساری پریشانیوں سے گزر جاتے ہیں اور ربنا اللہ کہتے ہوئے اپنے راستہ پر ثابت قدم رہتے ہیں:

۱۔ حکیمی، محمد رضا، سلونی قبل ان تفقدونی (جلد ۲)، ص ۳۷۹

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّـهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔ ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسی پر جمے رہے ان پر ملائکہ یہ پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور رنجیدہ بھی نہ ہو اور اس جنّت سے مسرور ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔[۱]

مکہ سے کربلا جاتے وقت امام حسینؑ امتحان الٰہی میں شکست و ناکامی کے علل و وجوہات پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

"النّاسُ عَبِيدُ الدُّنيا وَ الدّينُ لَعِقٌ عَلَى اَلْسِنَتِهِم يَحُوطُونَهُ مَا دَرَّتْ مَعَايِشُهُم فَإِذَا مُحِّصُوا بِالْبِلاءِ قَلَّ الدّيّانُون۔ ترجمہ: لوگ دنیا کے بندے ہیں اور دین صرف ان کی زبانوں تک محدود ہے۔ دین کو تبھی تک چاہتے ہیں جب تک ان کی دنیا پُرسکون ہے اور جب وہ معرضِ امتحان و بلا میں پڑتے ہیں تو دین داروں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔[۲]"

دنیاپرست افراد امتحان الٰہی میں اس لئے ناکام ہوتے ہیں کیونکہ دین ایسے افراد کی زبان پر ہوتا ہے لیکن عملی طور وہ دین کی پیروی نہیں کرتے اور ضرورت پڑنے پر دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دیتے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے اصحاب کو امتحان الٰہی میں کامیاب بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بیعت ان کی گردنوں سے اٹھالی لیکن وہ مجھے چھوڑ کر نہیں گئے۔

نافع بن ہلال کہتے ہیں: شب عاشورہ میں نے امام حسینؑ کو اپنے خیمہ سے نکل کر دشمن کی فوج طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا یا ابن رسولؐ! رات کے اس پہر میں لشکر دشمن کی طرف آپ کا جانا خطرہ سے خالی نہیں ہے اور مجھے تشویش ہے۔ امامؑ نے فرمایا میں اپنے خیموں کے آس پاس کی اونچائی کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ کہیں دشمن وہاں سے ہم پر حملہ نہ کر دے۔ پھر امامؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: هی واللہ! وعدٌ لا خُلفَ فيه۔ آج شب میعاد ہے۔ آج شب موعود ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ پھر امام نے ان

۱۔ سورہ فصلت، آیت ۳۰
۲۔ مؤیدی، علی، فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۹۹

پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا جو چاند کی روشنی میں نظر آرہے تھے اور فرمایا: الا تسلکُ بین هذین الجبلین فی جوف اللیل و تنجُو بنفسک۔ اے نافع! کیا تم رات کی تاریکی میں ان پہاڑوں کی طرف پناہ نہیں لینا چاہتے اور خود کو بچانا نہیں چاہتے۔

نافع کہتے ہیں: میں امامؑ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا: میری ماں میرے غم میں سوگوار ہو! میں نے یہ تلوار ایک ہزار درہم میں اور یہ گھوڑا ایک ہزار درہم میں خریدا ہے اور خدا کی قسم آپ سے جدا نہیں ہونگا یہاں تک یہ تلوار کند ہو جائے اور گھوڑا خستہ ہو جائے۔

اس گفتگو کے بعد امام اپنی بہن جناب زینب(س) کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ نافع کہتے ہیں میں خیمہ کے باہر پہرا دے رہا تھا۔ میں نے یہ سنا کہ جناب زینب(س) اپنے بھائی کو مخاطب کرکے فرمارہی ہیں کہ اے بھائی! کیا آپ نے اپنے اصحاب کو آزمالیا ہے اور ان کی وفاداری اور صبر کا امتحان لے لیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل وہ آپ کو دشمن کے سامنے تنہا چھوڑ دیں۔ امامؑ نے بہن کے جواب میں فرمایا:

"اَمَّا وَاللهَ لَقَد نَهَرْتُهُم وَ بَلوتُهم وَ لَیْسَ فِیهم اِلَّا الاشْوس الاَقعس یستانُسون بِالمَنیّهِ دُونی استیناس الطّفل الی محالب (بلبن) امه۔ ترجمہ: خدا کی قسم! ... میں نے ان کو اپنے سے دور کیا اور ان کو آزمایا۔ وہ موت سے ڈرتے نہیں اور پہاڑوں کی طرح ثابت قدم ہیں۔ وہ لوگ موت کو اتنا ہی پسند کرتے ہیں جتنا دودھ پیتا بچہ اپنے ماں کا سینہ۔[۱]"

امامؑ کے اصحاب نے مختلف امتحانوں میں کامیابی حاصل کی اور یہ امتحان صرف کربلا اور شب عاشورہ تک محدود نہیں تھا۔ امامؑ سفر کے دوران اور ہر منزل پر اپنے اصحاب کا امتحان لیتے رہے تاکہ کمزور اور ضعیف الایمان افراد کو مخلص افراد سے الگ کیا جاسکے اور کربلا میں صرف پاک و پاکیزہ افراد جمع ہوں۔

جناب مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، عبداللہ بن یقطرہ اور قیس بن مسہّر صیداوی کی خبر شہادت سن کر امامؑ سب کو اور خاص کر فرزندان عقیل کو جانے کے لئے کہتے ہیں۔ جب امامؑ نے بُشر بن عمرو کے بیٹے کی اسارت کی خبر سنی تو آپ نے فوراً بُشر کو بلایا اور اسے کچھ رقم دی تاکہ وہ اپنے بیٹے کو آزاد کراسکے۔ منزل ذی حُسم اور

۱۔ مقرم، عبدالرزاق، مقتل مقرم، ص ۲۶۲؛ فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۴۵۷

عذیب الہجانات میں آپؑ نے لوگوں کو جانے کے لئے کہا۔امام سجادؑ کے قول کے مطابق، امام حسینؑ نے ہر منزل پر جناب یحییٰ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا تاکہ اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی شک و تردید ہو تو وہ الگ ہو جائے اور کربلا پاک و خالص باقی رہے۔[۱]

اصحاب حسینی جنگ سے پہلے کے امتحان اور جنگ کے دوران کے امتحان جیسے بھوک و پیاس، ساتھیوں کی شہادت، دشمنوں کا خوشی منانا وغیرہ میں کامیابی حاصل کی اور ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں ہوئی۔

معرفت و بصیرت: حق کی صحیح شناخت انسان کو حیرانی، تذبذب اور شک و تردید سے دور کرتی ہے اور انسان اسی کی بدولت سارے امتحانات میں کامیاب ہوتا ہے۔ اصحاب امام حسینؑ کو یہ معلوم تھا کہ وہ کیوں آئے ہیں، کس کے ساتھ آئے ہیں، کیا کرنا ہے اور اس راستہ کا انجام کیا ہے۔ وہ خداشناس، خود شناس، راہ شناس، امام شناس، دشمن شناس اور غلط راستے کو پہچاننے والے تھے اور اسی شناخت کی وجہ سے دشمن کے محاصرہ اور بھوک و پیاس اور تیروں کی بارش میں بھی ثابت قدم رہے اور اپنے حق پر ڈٹے رہے۔

امام حسینؑ نے شب عاشورہ میں آنے والے کل کے بارے میں بتایا اور سب کے سروں سے بیعت اتار لی اور سب کو جانے کی اجازت دے دی لیکن آپ کے با بصیرت اصحاب نے یکصدا ہو کر کہا: انا علی نیاتنا و بصائرنا۔[۲]

امیر المومنینؑ نے بصیرت کو شیطانی وسوسوں کے مقابلہ کے لئے سب سے اہم اسلحہ مانا ہے:

"اَلا وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهُ وَ اسْتَجْلَبَ خَیلَهُ وَ رَجلَهُ وَ اِنَّ مَعِی لَبَصِیرَتِی۔
ترجمہ: شیطان نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے سوار و پیادے سمیٹ لئے ہیں، میرے ساتھ یقیناً میری بصیرت ہے۔"[۳]

امام علیؑ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۵۰ میں انسانوں کے دو گروہ کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جن کی بصیرت پر تلوار حکومت کرتی ہے: حملوا اسیافھم علی

۱۔ اشراقی، حاج میرزا محمد، اربعین الحسینیہ، ص ۲۲۲
۲۔ سنگری، محمد رضا، آینہ داران آفتاب (جلد ۱)، ص ۶۵
۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰

بصائرھم۔ ایسے لوگوں کے پاس جب قدرت و طاقت ہوتی ہے تو وہ حقیقت سے منہ پھیر لیتے ہیں اور خود بین، بے رحم اور بے تدبیر ہو جاتے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو طاقت و قدرت ملنے پر حقیقت سے منہ نہیں موڑتا اور شمشیر ان کی بصیرت پر حکومت نہیں کرتی ہے۔ حملوا بصائرھم علی اسیافھم۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ انسان چاہے کتنا بڑا عابد و زاہد و قاری و شب زندہ دار ہو لیکن اگر اس میں معرفت و بصیرت نہیں ہے تو وہ خوارج کی طرح سیاست بازوں کے ہاتھوں کا بازیچہ بن کر رہ جائے گا اور اس کی عاقبت وہی ہوگی جس کی پیشنگوئی رسول خداؐ نے فرمائی ہے:

"یَخرجُ فِیکُم قَومٌ تَحْقِرون صَلاتکُم مَعَ صَلاتِهِم وَ صِیامَکُم مَعَ صِیامِهِم وَ اَعمالَکُم مَعَ اَعمالِهِم یَقرَؤون القُرآنَ وَ لا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُم یَمْرُقون مِنَ الدِّین مُروق السهم مِنَ الرّمیة۔ ترجمہ: تمہارے درمیان ایسا گروہ پیدا ہوگا جن کے نماز و روزہ اور اعمال کے مقابلہ میں تم اپنے نماز و روزہ اور اعمال کو بہت کمتر سمجھوگے۔ وہ قرآن کی قرائت کریں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترا ہے اور جس طرح تیر کمان سے باہر نکلتا ہے اسی طرح یہ لوگ دین سے باہر نکل جائیں گے۔[۱]"

امام حسینؑ کے مقابل صف آرا ہونے والے لوگ بھی نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے تھے اور دونوں لشکر میں ایک ساتھ صدائے اذان بلند ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ روز عاشورہ نماز ظہر کے وقت شمر نے حبیب بن مظاہر کو مخاطب کرکے کہا کہ تمہاری نماز قابل قبول نہیں ہے اور ہماری نماز قبول ہے۔

یہی بات تحریک عاشورہ کا سب سے اہم سبق ہے کہ دینداری ہمیشہ عمیق بصیرت و معرفت کے ساتھ ہونی چاہئے اور اس نکتہ کی طرف توجہ دئے بغیر کہ ہم کس گروہ کے ساتھ ہیں، صرف عبادت کرنا مستحسن نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے ابن عباس کو اپنا سفیر بنا کر خوارج کے درمیان بات چیت کے لئے بھیجا۔ ابن عباس خوارج کی سادہ زیستی اور عبادت سے حیرت زدہ ہوئے اور حضرت علیؑ سے کہا:

۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ص۵۹۱

"لهُم جباهُ قرحة لطول السجود و ايدٍ كَثَفنات الابل و عليهم قُمصٌ مُرحَضه و هُم مشمَرون۔ترجمہ: طویل سجدوں کی وجہ سے ان کی پیشانی پر گھٹے پڑ گئے ہیں اور کثرت سجدے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر، اونٹ کے زانو کی طرح شکن پڑی ہے۔ ان کے لباس پرانے اور سادہ ہیں۔ میں نے ان کو ان کے ارادوں میں مصمم اور ثابت قدم پایا۔[۱]"

معرفت و بصیرت کے فقدان کی وجہ سے انسان اپنے جذبات اور ظواہر پر بھروسہ کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ دشمن کے منصوبوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

عزت: ذلت سے بچنا اور اپنی عزت و کرامت انسانی کی حفاظت کرنا، دین کی اہم تعلیمات میں سے ہے۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّـهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَـٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس آ گئے تو ہم صاحبان عزت ان ذلیل افراد کو نکال باہر کریں گے حالانکہ ساری عزت اللہ، رسول اور صاحبان ایمان کے لئے ہے اور یہ منافقین یہ جانتے بھی نہیں ہیں۔[۲]

عاشور کے روز امام حسینؑ نے فرمایا:

" اَلا وَ اَنَّ الدعى بن الدعى قد ركزنى بين الاثنتين بين السَلة و الذلة ، هيهات من الذلة ۔ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ! ناپاک باپ کا ناپاک بیٹا مجھے دو چیزوں میں مخیّر کر رہا ہے، تلوار (موت) اور ذلت۔ بے شک ذلت ہم سے دور ہے۔[۳]"

۱۔ اندلسی، ابن عبد ربہ، العقد الفرید (جلد ۲)، ص ۱۳۵
۲۔ سورہ منافقون، آیت ۸
۳۔ بحار الانوار (جلد ۴۵)، ص ۹

ظاہر ہے اس امامؑ کے ماننے والے بھی ہر گز ذلت و خواری کو قبول نہیں کریں گے اور عزت و سربلندی کے ساتھ مرنے کو ترجیح دیں گے۔ ذلت پذیری کی اصل وجہ دنیا طلبی اور حرص و طمع ہے۔ اگر انسان کے دل میں حرص و طمع ہوگی تو وہ بآسانی اپنی عزت کو نیلام کر دے گا اور وہ ذلت و خواری میں گرفتار ہو جائے گا۔

امیر المومنینؑ نفاق کو ذلت و حقارت کی اصل وجہ بتاتے ہیں:

"نفاق المرء مِن ذُلٍّ یجدهُ فی نَفْسِهِ۔ ترجمہ: اندرونی حقارت کی وجہ سے انسان میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔[۱]"

اگر انسان اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرے گا تو اس کے اندر چند صفات پیدا ہونگیں:

۱. وہ خطرناک اور شرور ہو جائے گا۔ امام ہادیؑ فرماتے ہیں:

"مَنْ هَانَتْ عَلیه نَفْسُهُ فَلا تَامَنْ شَرَّهُ۔ ترجمہ: جو خود کو ذلیل و خوار کرتا ہے اس کے شر سے خود کو محفوظ نہ سمجھو۔[۲]"

جس طرح بندگان زر اور قدرت کے پیاسے لوگوں نے میدان کربلا میں کسی بھی ظلم و ستم میں کمی نہیں کی۔

۲. اس سے خیر و رحمت کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔ امیر المومنینؑ سے فرماتے ہیں۔

مَنْ هَانت علیه نَفْسُهُ فَلا ترجُ خیرهُ۔ ترجمہ: جو خود کو ذلیل و خوار کرتا ہے اس سے خیر و رحمت کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔[۳]

امام حسینؑ کے اصحاب باوفا کو بارہا دشمن نے دھمکایا، لالچ دی لیکن انہوں نے ہر گز ذلت و خواری کو قبول نہیں کیا اور بہادری کے ساتھ دشمن کے تیغ و تیر و شمشیر کا استقبال کیا۔ یہ لوگ اس امامؑ کے شاگرد تھے جس نے منزل شراف میں جب حر بن یزید ریاحی نے امامؑ کا راستہ روکا تو فرمایا:

۱۔ التمیمی الامدی، عبدالواحد، غرر الحکم و درر الحکم، ص ۲۹۸
۲۔ اصول کافی، جلد ۲، ص ۳۱۲
۳۔ غرر الحکم و درر الحکم، ص ۲۳۷

"لَیسَ شَانی مَن یَخاف، ما اھون الموت علی سبیل العزّ وَ احیاء الحق ، لَیسَ الموت فِی سبیل العِزّ اِلّا حَیاۃً خَالِدہ وَ لَیسَتِ الحَیَاۃ مَعَ الذُلِّ اَلّا الموت الذی لا حیاۃ مَعَہُ۔ افبالموت تخوفنی ؟ھیہات طاشَ سَھمُک و خاب ظنّکَ ! لستُ اَخافُ الموت، اِنَّ نفسی لاکبرُ مِن ذلک و ھمتی لَاَعلی مِن اَن اَحمِلَ الضَیم خَوفاً مِنَ الموت وَ ھَل تقدرون عَلی اکثر مِن قتلی مرحباً بالقتل فی سبیل اللہ و لکنکم لاتقدرون عَلی ھَدمَ مجدی و محو عزتی و شرفی و اذاً لا اُبالی بالقتل۔ ترجمہ: میری شان و منزلت موت سے ڈرنے والوں کی شان و منزلت نہیں ہے۔ عزت کے حصول اور احیائے حق کی راہ میں موت کتنی آسان و دلپذیر ہے۔ عزت کی راہ میں موت جاودانگی اور ذلت کے ساتھ جینا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیا تو مجھے موت کا خوف دلاتا ہے ؟ میں موت سے ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں... کیا تو مجھے قتل کرنے کے علاوہ کچھ اور بھی کر سکتا ہے۔ درود و سلام ہو اللہ کی راہ میں موت پر ! تم ہماری عزت و شرف کو ختم نہیں کر سکتے۔[۱]"

امام صادقؑ کے قول کے مطابق اصحاب حسینی کو یہ یقین تھا کہ:

"اِنَّ اللہَ فَوَّضَ اِلَی المُؤمن اُمورہ کُلّھا وَ لَم یفوّضُ اِلَیہ اَنْ یکون ذلیلاً۔ ترجمہ: اللہ تعالی نے ہر چیز کو مؤمن کے حوالہ کر دیا ہے لیکن اسے ذلیل ہونے کی اجازت نہیں دی ہے۔[۲]"

اصحاب امام حسینؑ نے اپنے مولا کے اس قول کو اپنا سرلوحہ قرار دیا تھا کہ موت فی عز خیر من حیاۃ فی ذل۔[۳]

۱۔ شوشتری، قاضی نور اللہ، احقاق الحق وارہاق الباطل (جلد ۱۱)، ص ۶۰۱
۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۱۵)، ص ۶۳
۳۔ شہر آشوب، ابو جعفر محمد بن علی، مناقب ابن شہر آشوب (جلد ۴)، ص ۶۸

حریت پسندی: آزادگی در حقیقت دو چیزوں سے رہائی کا نام ہے: ایک طول امل اور دوسرا حرص و طمع۔ حضرت علیؑ کی تعبیر کے مطابق حرص و طمع کے اسیر دھوکہ کھانے والے لوگ ہیں:

"اَکْذِبِ الاَمَلَ وَ لَا تثقْ بِهٖ فَاِنَّهُ غرورٌ وَ صَاحِبُهُ مَغرورٌ۔ ترجمہ: دھوکہ دینے والی آرزوؤں کو حقیقی نہ سمجھو اور اسے اپنی تکیہ گاہ نہ بناؤ کیونکہ آرزو انسان کو دھوکہ دیتی ہے اور انسان اس کے جال میں پھنس جاتا ہے۔"[۱]

حرص و طمع کی وجہ سے جوانمردی کے پاؤں سست پڑ جاتے ہیں۔ جو شخص خود کو ان دونوں برائیوں سے بچالے گا اور حق کے راستہ پر آجائے گا وہ آزاد یا حر ہے۔ آزاد لوگ چاپلوسی اور تملّق نہیں کرتے۔ امام علیؑ کے قول کے مطابق ایسے لوگوں کی جزا صرف و صرف اکرام واحترام ہے: لَیسَ لِلاحرارِ جَزاءً الا الاکرام۔[۲]

اصحاب حسینی تمام دنیاوی تعلقات اور سرگرمیوں سے بری تھے۔ ان کے دل میں موجود ایمان انہیں حرص و طمع، بخل و طول امل سے محفوظ رکھے ہوئے تھا اور مختلف قرآنی آیتوں کے مطابق ایمان کے نتیجہ میں انسان کو خوف وحزن سے نجات ملتی ہے۔ لا خوف علیھم و لاھم یحزنون۔[۳]

عبداللہ بن عمیر کلبی جن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، انہوں نے ماں اور بیوی کی آنکھوں کے سامنے دشمنوں سے جنگ کی اور جام شہادت نوش کیا۔ عمرو بن جُنادہ وہ نوجوان ہے جس کا باپ پہلے ہی تیر کی بارشوں کی وجہ شہید ہوچکا ہے۔ اس نے بہت بہادری سے دشمنوں سے جنگ کی اور شہادت کے بعد جب دشمن نے اس کے سر کو اس کی ماں کی طرف پھینکا تو اس کی ماں نے یہ کہتے ہوئے اس کے سر کو واپس میدان کی طرف پھینک دیا کہ ہم جو چیز راہ خدا میں قربان کردیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے۔[۴]

امام حسینؑ نے مکہ سے عراق کے لئے روانہ ہوتے وقت فرمایا:

۱۔ محلاتی، رسول، ترجمہ و شرح غرر الحکم، ص ۱۰۲
۲۔ ایضاً
۳۔ سورہ یونس، آیت ۶۲
۴۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، ص ۱۹۳

"مَنْ کَان فینا باذلاً مُھجته مُوطناً عَلَی لقاء اللہ نَفْسَه فَلْیَر حَلْ مَعَنا فَانّی رَاحلٌ مُصْبحاً ان شاء اللہ ۔ ترجمہ: جو بھی ہماری راہ میں اپنا خون بہا سکتا ہے اور لقائے پروردگار کے لئے اپنی جان دے سکتا ہے وہ چلنے کے لئے تیار ہو جائے۔ میں کل صبح انشاء اللہ روانہ ہو رہا ہوں۔"

اصحاب حسینی کے مد مقابل سپاہ عمر سعد ہے جو پوری طرح سے دنیا داری میں ملوث ہے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ امام حسینؑ فرزند رسول ہیں، ان سے جنگ کرتا ہے۔

ولایت و برائت کا مرکز: مؤمن اور مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم دینداروں سے اپنی محبت و مودت کا اور ظالم و برے لوگوں سے اپنی برائت و نفرت کا اظہار کریں۔ ائمہ اطہار کے زیارت ناموں میں بھی اس اہم نکتہ کی طرف تاکید کی گئی ہے۔ سلام و لعنت، سلم و حرب اور قرب و برائت بہت اہم ہے۔ یعنی اس بات کا تعین کرنا ہوگا کہ ہم کس کے ساتھ ہیں اور کس سے نفرت کرتے ہیں اور زیارت ناموں میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نیمہ رجب میں زیارت امام حسینؑ میں ہم پڑھتے ہیں:

"اِنّی اَتَقَرَّبُ اِلَی اللہِ بِزیارتکم و بمحبتکم وَ ابرءُ اِلَی اللہ مِنْ اَعْدَاءِکُم۔ ترجمہ: میں آپ کی زیارت اور محبت کے ذریعہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اسی محبت کے ذریعہ دشمنوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔[۱]"

قرآن کریم میں بھی جب پیغمبر اسلامؐ کے ساتھیوں کا تعارف کرایا جاتا ہے تو ان کی سب سے اہم خصوصیت اشداء علی الکفار و رحماء بینھم[۲] بتائی جاتی ہے۔ یعنی ان کے برتاؤ میں دشمنوں اور دوستوں کے لئے ایک متعادل حد میں شدت و رحمت پائی جاتی ہے۔

دین ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم اچھے اور برے دونوں لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اچھے لوگوں سے بھی محبت کریں اور برے لوگوں سے بھی۔ اس طرح کی طرز فکر، دینی تعلیمات کے خلاف ہے:

۱۔ مفاتیح الجنان، ص ۴۲۳
۲۔ سورہ فتح، آیت ۲۷

کمالُ الدین و لایتُنا والبرائۃِ مَنْ عَدُوِّنا۔ ترجمہ: کمال دین ہماری ولایت کا قبول کرنا اور ہمارے دشمنوں سے برائت ہے۔[۱]

امام صادقؑ دشمنوں سے نفرت و بیزاری کو محبت میں صداقت کی دلیل مانتے ہیں:

هَیْهَات کَذَّبَ مَنِ ادّعی مُحبّتنا وَ لَمْ یَتَبَرّا مِنْ عَدُوّنا۔ ترجمہ: جھوٹا ہے وہ شخص جو ہماری دوستی کا دم بھرتا ہے لیکن ہمارے دشمنوں سے دوری اختیار نہیں کرتا ہے۔[۲]

کربلا اچھے لوگوں سے محبت اور برے لوگوں سے اظہار برائت و نفرت کی جلوہ گاہ ہے۔ یاران حسینی پوری محبت و عشق کے ساتھ امام عالی مقام کی پیروی کرتے ہیں اور جب دشمنوں سے سامنا ہوتا ہے تو ذرہ برابر بھی ان سے جنگ کرنے میں شک و تردید میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اصحاب حسینی کی رجز میں اس طرح کی رحمت و شدت اور تولا و تبرا کے بہت سے نمونے ملتے ہیں۔

حجاج بن مسروق جعفی (کربلا کے مؤذن) جب امامؑ کے پاس اذن جہاد لینے کے لئے آتے ہیں تو امامؑ اور دشمنوں کو مخاطب کرکے اس طرح رجزخوانی کرتے ہیں:

فدتک نفسی هادیاً مهدیا — الیوم القی جدکَ النبیا

ثم اباک ذاالنَدی علیاً — ذاک الّذی نعرفُه الوصیا

والحَسن الخیر التقی الوفیا — وذا الجناحین الفتی الکمیا

ترجمہ: میں آپ پر قربان جاؤں اے حسین! میں اپنی یہ ناچیز جان آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اے ہدایت پانے والے اور ہدایت کرنے والے! آج میں آپ کے جد رسول خداؐ، آپ کے والد اور جانشین رسول، علی مرتضیٰؑ، آپ کے بھائی حسنؑ جو وفا و تقوی میں سب سے برتر ہیں اور جعفر طیار و حمزہ کی زیارت کروں گا۔[۳]

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۷)، ص ۵۸
۲۔ ادب فنای مقربان، ص ۶۲
۳۔ رجال طوسی، ص ۳۷۳؛ ارشاد مفید (جلد ۱)، ص ۷۸

ابو ثمامہ صاعدی جو کربلا سے پہلے بھی امیر المومنینؑ کی رکاب میں جہاد کرچکے تھے، اپنے رجز میں خاندان پیغمبرؐ سے اپنی محبت اور ان کے دشمنوں سے اپنی نفرت و برائت کا اظہار کرتے ہیں جس کا مطلع یوں ہے:

عَــزاءً لآلِ المُصْـــطَفَی وَ بَنَاتِــهِ عَلَی حَبْسِ خَیْرِالنَّاسِ سِبْطِ محمّــدٍ
عَــزَاءً لِزَهْــراءِ النَّبــی وَ زَوْجِهَــا خَزَانــةِ عِلْــمِ اللّٰہ مِــنْ بَعْــدِ اَحْمَــد[۱]

دوسرے صحابہ یہاں تک کہ عمرو بن جنادہ اور جناب قاسم بن حسن جیسے نوجوانوں کے رجز میں بھی یہ ولایت و برائت بہت ہی بلیغ پیرایہ میں بیان ہوئی ہے۔

خلوص نیت: انسان کا کردار اس کے گفتار کے مطابق ہونا چاہئے یعنی وہ جو کہے اسی کے مطابق عمل کرے۔ اسی کو اخلاص کہتے ہیں۔ گفتار و کردار میں اخلاص، اصحاب حسینی کا ایک خاصہ ہے۔ اخلاص کا پہلا فائدہ شیطانی مکر و فریب سے رہائی ہے۔ شیطان نص قرآنی کے مطابق خود یہ کہہ رہا ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔ ترجمہ: اس نے کہا تو پھر تیری عزّت کی قسم میں سب کو گمراہ کروں گا۔ علاوہ تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خالص بنالیا ہے۔[۲]

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

فی الاخلاص یکون الخلاص۔ ترجمہ: اخلاص میں رہائی ہے۔

مخلص انسان ہوا اور ہوس کی زنجیروں کو توڑ دیتا ہے۔ اخلاص علم و یقین کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے:

سبب الاخلاص الیقین، ثمرة العلم اخلاص العمل۔[۳]

میدان کربلا میں اصحاب حسینی خلوص نیت کے ساتھ بات کرتے ہیں، خلوص کے ساتھ عبادت کرتے ہیں، خلوص کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور خلوص کے ساتھ شہید ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ ناخالص تھے اور

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ص ۱۰۵
۲۔ سورہ ص، آیت ۸۲ و ۸۳
۳۔ ری شہری، محمد محمدی، منتخب میزان الحکمۃ (جلد ۱)، ص ۴۰۲

ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، وہ کربلا چھوڑ کر چلے گے۔ عبیداللہ بن حر جعفی اپنے سماجی حالات کا بہانہ کرکے چلاگیا۔ ہرثمہ بن ابی مسلم نے اولاد کی محبت کا بہانہ کیا، عمر بن قیس مشرقی، طرماح بن عدی اور دوسروں نے اپنی تجارت و مال و اموال کا بہانہ کیااور جنگ میں امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا۔

لیکن امامؑ کے مخلص صحابیوں نے بیوی، بچوں اور گھربار کی زنجیروں کو توڑ کر اپنے آپ کو امامؑ پر قربان کردیا۔ حضرت ابوالفضل العباس نے پانی کو ہاتھ میں لیکر گرادیا اور جناب قاسم نے شہادت میں ہی تمام حلاوت و شیرینی کو تلاش کرلیا۔ بُریر بن خُضیر ہمدانی (سید القراء کربلا) نے میدان جنگ میں جاتے وقت امامؑ کو مخاطب کرکے فرمایا:

> و اللہ یابن رسول اللہ لقد مَنَّ اللہ بِکَ عَلَینا اَنْ نُقاتِلَ بینَ یَدیکَ تَقْطَعَ فیک اَعضائنا حتی یکونَ جَدَّکَ یَوم القیامه بین یَدَینا شفیعاً۔ ترجمہ: اللہ کی قسم اے فرزند پیغمبرؐ! اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں آپ کے ساتھ جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی تاکہ ہم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آپ کے جد رسول خداؐ کی شفاعت حاصل کریں۔[1]

خلوص کربلا کی جان ہے اور یاران حسینی پوری تاریخ کے سب سے زیادہ باوفا اور مخلص صحابی ہیں اور امامؑ نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

شجاعت و بہادری: اصحاب حسینی بہادری و شجاعت میں اپنی مثال آپ تھے۔ جناب علی اکبر میدان کربلا میں اس طرح رجز پڑھتے ہیں:

> الحربُ قد بانت لَهَا الحقائق   وَ ظَهَرَتْ مِنْ بَعدِها مَصادق
> واللہُ رَب العرش لا نُفارِقُ   مجموعَکَم اَوْ تُغْمد البوارق
>
> ترجمہ: جنگ کے ذریعہ حقائق آشکار ہوتے ہیں۔ اور حقیقت کے جلوے اس کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ پروردگار عرش کی قسم! میں ہرگز تم کو نہیں چھوڑں گا یہاں تک کہ میری تلوار تمہارے جسم میں درآئے یا تلوار غلاف میں کرلو۔[2]

۱۔ قمی، شیخ عباس، سفینۃ البحار (جلد ۱)، ص ۲۶۶
۲۔ آیینہ در کربلاست، ص ۳۹۷

شجاعت ہی وہ شئے ہے جس سے ہم سخت ترین حالات کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔اصحاب حسینی نے بھوک، پیاس، زخم، طعنہ اور موت کو نظرانداز کیا اور بہادری سے تیر و شمشیر کے سامنے سینہ سپر کیا اور جنگ کی جن کے بارے میں کہا جاتا ہے:

قَــومٌ اِذَا نُــودوا لِــدَفْعُ مُلِمَّــةٍ وَالخيـلُ بـين مَـدَعَّسٍ وَ مُكَـردس

لَبِسوا القلوبَ عَلَى الدّروعَ فَـاَقْبلوا يتهــافتونَ اِلَــى ذهــاب الانفــس

ترجمہ: ایسا گروہ کہ جب اسے مدد کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ اپنے دلوں پر زرہ پہن لیتے ہیں اور جانبازی کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں۔

میدان کربلا میں ہر صحابی کے مقابلہ میں کم سے کم دو سو سپاہی ہیں جو اسلحوں سے لیس ہیں اور جن کے پاس پانی اور کھانا بھی ہے لیکن اس طرف نہ پانی ہے، نہ کھانا ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ سب مارے جائیں گے لیکن ان کے چہرے پر خوف و ہراس نہیں ہے۔ ایسی حالت میں رجز پڑھنا اپنے آپ میں بہادری ہے۔ خاص کر اگر رجز پڑھنے والا دس بارہ سال کا ایک نوجوان ہو جس کا باپ کچھ دیر پہلے شہید ہو چکا ہے اور جس کی داغدیدہ ماں اس کے سامنے ہے، اور ایسا سپاہی دشمن کے سامنے رجز پڑھے:

امیــری حســینٌ و نعــم الامیــر ســرور فــؤاد البشــیر النـــذیر

علـــیٌ و فاطمــــهُ والــــداه و هــل تعلمــون لــه مِــن نظیــر

لــه طلعــةٌ مثــلُ شــمس الضــحی لـــه غــــرةٌ مثـــل بـــدر منیـــر

ترجمہ: حسینؑ میرا آقا و مولا ہے اور کتنا اچھا مولا ہے۔ وہ پیغمبرؐ کو سرور پہچانے والے بشیر و نذیر ہیں۔ علی و فاطمہ ان کے ماں باپ ہیں۔ کیا کوئی ان کے برابر کا ہے؟ ان کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا ہے اور ان کی پیشانی چاندنی کی طرح ہے۔

اگر عمرو بن جُنادہ اس طرح بہادری سے لڑتا ہے تو عابس بن ابی شبیب شاکری جیسا بوڑھا انسان بھی اسی بہادری سے جنگ کرتا ہے۔ عابس شب زندہ دار اور شاعر تھے۔ آپ کوفہ میں راوی حدیث تھے جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔ آپ نے روز عاشورہ اپنے آپ سے کہا:

”فَاِنَّ هَذَا اليوم يَنْبَغى لَنَا اَنْ نطلب فيه الاجر بِكُلّ ما قدرنا عَليه فَاِنّه لَاعَمَل بعد اليوم وَ اِنَّما هُو الحِساب۔ترجمہ: پس بے شک ہمارے لئے مناسب ہے کہ آج کے ہی دن ہم (خدا سے) اپنے انجام دئے گئے تمام اعمال پر اجر کا مطالبہ کریں چونکہ آج کے بعد عمل نہیں صرف حساب ہوگا۔“

پھر وہ امامؑ کے پاس آئے اور کہا: یا اباعبداللہ! دنیا میں کوئی بھی شخص میرے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ جان سے زیادہ عزیز کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے ورنہ میں اس سے آپ کا دفاع کرتا۔ آپ پر درود ہو۔ میں اللہ تعالی کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے والد کی راہ پر ہوں۔

میدان جنگ میں کوئی بھی ان کے مقابل کا نہ تھا۔انہوں چلا کر کہا: الا فیکم رجل۔کیا کوئی مرد تمہارے درمیان نہیں ہے جو میرے مقابلہ کے لئے آئے۔ عمر سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا تم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اس پر پتھراؤ کرو۔ عابس نے کلاہ خود اور زرہ کو اتار کر پھینک دیا اور جنگ کرتے رہے یہاں تک زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے۔

موت کو دیکھ کر مسکرانا اصحاب حسینی کا وتیرہ ہے۔ اصحاب حسینی نے میدان کربلا میں اپنی بہادری کے جوہر دیکھائے اور حق کا ساتھ دیا۔

ولایت مداری: کربلا کے با بصیرت اصحاب حسینی سب کے سب امام شناس اور ولایت مدار تھے۔ ان کی یہ معرفت ان کے کردار میں اور گفتار میں جھلک رہی تھی۔ وہ لوگ عارف بہ حق امام تھے اور اسی عرفان کی بدولت حق کی راہ میں اور امام کی حمایت میں تمام تر مشکلات و پریشانیوں کو خریدا اور اپنی جان کی بازی لگادی۔

اصحاب امامؑ تبری و تولی کے بارز مصداق تھے۔ وہ دوست کو بھی پہنچانتے تھے اور دشمن کو بھی۔ وہ امامؑ سے بہ شدت محبت کرتے تھے اور اسی لحاظ سے دشمن سے بھی سخت نفرت کرتے تھے۔ وہ لوگ امام ہدایت کو بھی اچھی طرح پہچانتے تھے اور امام ضلالت کو بھی۔

منزل ثعلبیہ میں ایک مسافر سے امامؑ کی ملاقات ہوئی۔ اس نے یوم ندعو کل اناس باما مھم[۱] کی تفسیر پوچھی۔ امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"اِمامٌ دَعا الی هُدی فَاَجَابو الیه وَ اِمامٌ دَعَا اِلی ضلالۃٍ فَاَجَابوا اِلَیها هؤلاء فی الجنة وَ هؤلاءِ فِی النّار وَ هُوَ قولُهُ تَعَالی فریقٌ فِی الجنۃِ وَ فریقٌ فِی السَّعیر۔ ترجمہ: ایک امام وہ ہے جو لوگوں کو راہ راست اور نیکی کی طرف بلاتا ہے اور کچھ لوگ اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ایک امام وہ ہے جو لوگوں کو گمراہی و بد بختی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پہلا گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ جہنم میں ہے۔"[۲]

امامؑ نے آگے ارشاد فرمایا: فریق فی الجنة و فریق فی السعیر کا مطلب بھی یہی ہے۔

یاران حسینی کمال دین تک پہنچ چکے تھے اور کمال دین یہی ولایت مداری اور ان کے دشمنوں سے اعلان برائت ہے۔ امام رضاؑ کمال دین کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"کمال الدین ولایتنا و البرائة من عدونا۔ ترجمہ: کمال دین ہماری ولایت اور ہمارے دشمنوں سے برائت میں ہے۔"[۳]

کربلا کے بوڑھے سپاہی جابر بن عروہ انصاری امام حسینؑ سے دفاع کو پیغمبر اسلامؐ کا دفاع مانتے ہیں اور اپنی رجز میں کہتے ہیں:

قد علمت حقاً بنوغفار	و خندف ثم بنو نزار
بنصرنا لاحمد المختار	یا قوم حاموا عن بنی الاطهار
الطیبین السادة الاخیار	صلی علیهم خالق الابرار

۱۔ يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا۔ ترجمہ: قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہر گروہ انسانی کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے اور اس کے بعد جن کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے صحیفہ کو پڑھیں گے اور ان پر ریشہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔ (سورہ اسراء، آیت ۷۱)

۲۔ نجمی، محمد صادق، سخنان حسین بن علی، ص ۱۳۵

۳۔ بحار الانوار (جلد ۲۷)، ص ۵۸

ترجمہ: بنی غفار اور خندف و نزار کے قبیلے بخوبی اس بات سے واقف ہیں کہ ہم پیغمبر اسلامؐ کے جانثار اور حامی ہیں۔اے لوگو! پاک خاندان اور اچھے لوگوں کے امام کی حمایت کرو۔ وہ خاندان جس پر اللہ تعالی کا درود و سلام ہو۔[1]

حر بن یزید ریاحی اپنی رجز میں اس طرح امام حسینؑ کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں:

اِنّی اَنَا الحُرّ وَ مَاوی الضَّیف اَضْرِبُ فِی اَعْنَاقکم بالسّیف

عَنْ خَیر مَنْ حَلَّ بَلاد الخَیْفِ اَضْرِبکُم وَ لَا اری مِنْ حَیْفِ

ترجمہ: میں حر ہوں۔ مہمانوں کی جائے پناہ اور مہمان نواز۔ میں تمہاری گردنوں کو شمشیر کے حوالہ کروں گا۔ میں مکہ کے بہترین شخص کا پاسبان ہوں۔ میں جنگ کروں گا اور تلوار چلاؤں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے کیونکہ میری جنگ ظالمانہ نہیں ہے۔[2]

اس رجز میں کئی نکتے پوشیدہ ہیں۔ سب سے پہلے کوفیوں کی پیمان شکنی اور مہمان کشی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جنہوں امامؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن پھر ان کے مقابلہ میں تلوار لیکر آ گئے۔ دوسری بات یہ کہ اس رجز میں امام حسینؑ کو سرزمین مکہ کا بہترین فرد بتایا گیا ہے۔ یعنی امامؑ کا ساتھ دینا کعبہ کے ساتھ دینے کے مترادف ہے۔اور تیسری بات یہ کہ امامؑ کی حمایت عین عدالت اور مصداق ستم ستیزی ہے۔

عاشور کے روز اصحاب حسینی کے رجز ولایت مداری اور دشمنوں سے برائت سے پُر ہیں۔ ابوشعثاء کندی اپنے رجز میں اس طرح کہتے ہیں:

یَا رب اِنی للحسین ناصرٌ ولابنِ سعدٍ تارکٌ و هاجرٌ

ترجمہ: اے خدا! میں حسینؑ کا مددگار ہوں اور ابن سعد سے دوری اختیار کرتا ہوں۔[3]

۱۔ آینہ داران آفتاب، ص ۱۸۷

۲۔ ایضاً، ص ۶۴۶

۳۔ ایضاً، ص ۴۰۷

ولایت حسینی کے سامنے مکمل تسلیم و رضا کی سب سی بڑی مثال جناب عباس کی ہے جو آپ کے بھائی، محافظ اور جانثار تھے۔ جب آپ نہر علقمہ میں داخل ہوئے اور ٹھنڈے پانی کو اپنے خشک ہونٹوں تک لائے، تو اپنے بھائی کی پیاس کو یاد کر کے فرمایا:

یا نفس من بعد الحسین ھونی فبعدہُ لا کنتِ اَنْ تکونی
ھذا حسینٌ شاربُ المنون و تشربین بارد العین
ھیھات ما ھذا فعالُ دینی و لافعالُ صادق امین

ترجمہ: اے میں! حسینؑ کے بعد ہر گز نہ رہنا۔ تیرا مولا موت کو منہ لگا رہا ہے اور تم پانی پینا چاہتے ہو! نہیں! یہ جوانمردی و دینداری و صداقت کا راستہ نہیں ہے۔

اور جب آپ کا داہنا ہاتھ قطع ہوا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دین اور صادق و پاک سیرت امامؑ کا دفاع کروں گا جو نسل پیغمبرؐ سے ہے:

و عن امام صادق الیقین نَجْل النَّبِی الطّاھر الامین[۱]

اہم نکتہ یہ ہے کہ جناب عباس، بھائی ہونے کے ناطے امام حسینؑ کی حمایت نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کو اپنا امام مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسیروں کا قافلہ بھی ولایت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے تھا اور سبھی امام سجادؑ کو اپنا محور و مبنا قرار دیتے تھے۔

اباعبداللہ حسینؑ اور امام سید الساجدینؑ سے محبت و عشق کا اصل محور و بنیاد ولایت پذیری تھی نہ کہ قرابت داری۔ ابن زیاد کے دربار میں جناب رباب نے امام حسینؑ کے سر مقدس کو اٹھایا اور بوسہ دیا اور فرمایا:

وَاحُسَینا فَلَا نَسَیتُ حسیناً اَقْصَدَتْہُ اَسِنَّۃُ الادعیا
غادروہُ بکربلاء صریعاً لاسَقَی اللّٰہُ جانَبِی کربلاء

۱۔ بحار الانوار (جلد ۴۵)، ص ۳۶

ترجمہ: واحسینا! میں ہر گز فراموش نہیں کروں گی کہ لشکر کفر نے اپنے نیزوں سے آپ کے جسم کے ساتھ کیا کیا۔ اور میں یہ نہیں بھولوں گی کہ آپ کا جنازہ خاک کربلا پر بے گور و کفن پڑا ہے اور انہیں پیاسا شہید کیا گیا۔ اللہ کبھی کربلا کو سیراب نہ کرے۔[1]

جناب رباب نے یہ مرثیہ اس لئے نہیں کہا ہے کہ آپ امامؑ کی زوجہ تھیں بلکہ اس میں امامؑ کی عظمت اور دشمن کے ظلم و ستم کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اصحاب حسینی سے جو درس ہم کو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ:

اِنِّی اَتَقرَّبُ اِلَی اللهِ بِزیارتکم وَ بِمُحَبّتکُم وَ اَبْرءُ اِلی اللهِ مِنْ اَعْدَائِکُم ۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا چاہتا ہوں آپ کی زیارت سے اور آپ کی محبت سے اور آپ کے دشمنوں سے برائت کے ذریعہ۔[2]

کربلا ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم ہر روز یہ طے کریں کہ ہم کس کے ساتھ ہیں اور کس کے ساتھ نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے روزانہ زیارت عاشورہ پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

صبر و استقامت: شدائد و مشکلات پر صبر کرنا اور دینی اہداف کے تحقق کے لئے استقامت کرنا اتنا سخت و دشوار ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ شیبتنی سورہ هود۔ سوال کیا گیا اس سورہ میں کس چیز نے آپ کو بوڑھا کر دیا کیا انبیا کی کہانی اور ان کی امتوں کی تباہی کی داستان۔ فرمایا: نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ فاستقم کما امرت نے مجھے بوڑھا کر دیا۔[3]

جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے اور میدان بہادروں کے خون سے بھر جاتا ہے تو کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے زانوئے ہمت سست ہو جاتے ہیں اور ارادوں میں کمزوری آجاتی ہے اور سب اپنی رہائی اور نجات کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔ خوف و جوع و نقص اموال و انفس کے امتحان گاہ میں صرف صبر کرنے والے کامیاب ہیں اور جنگ کے خطرناک لمحوں میں نصر و فتح الٰہی پر بھروسہ کرنے والے مومنین اور شہادت کا شوق رکھنے والے ہی قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ قرآن کریم میدان جنگ کی منظر کشی کرتے ہوئے ایسے

۱۔ بررسی تاریخ کربلا، ص ۱۵۷
۲۔ مفاتیح الجنان، ص ۴۴۲
۳۔ ترجمہ قرآن کریم، ص ۲۳۴

لوگوں کی کہانی سناتا ہے جو وحشت و خوف کی وجہ سے بے ہوشوں کی طرح دیکھتے ہیں، ایسی آنکھیں جو خوف سے گول ہو گئی ہیں اور ان میں موت جھلک رہی ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ۔ ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آخر جہاد کے بارے میں سورہ کیوں نہیں نازل ہوتا اور جب سورہ نازل ہو گیا اور اس میں جہاد کا ذکر کر دیا گیا تو آپ نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں مرض تھا وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے رہ گئے جیسے موت کی سی غشی طاری ہو گئی ہو تو ان کے واسطے ویل اور افسوس ہے۔[۱]

❖

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا۔ ترجمہ: یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آ جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے کہ جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز تر زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انہیں مال غنیمت کی حرص ہو گی یہ لوگ شروع ہی سے ایمان نہیں لائے ہیں للذا خدا نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا ہے اور خدا کے لئے یہ کام بڑا آسان ہے۔[۲]

دنیا سے دل لگانے والے لوگ مشکلات و پریشانیوں پر صبر و استقامت نہیں کرتے اور انہیں یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں ان کا سرمایہ اور دولت ہاتھ سے نہ نکل جائے لیکن جو لوگ اللہ تعالی کو خریدار، اپنی بدن کو

۱۔ سورہ محمد، آیت ۲۰

۲۔ سورہ احزاب، آیت ۱۹

سامان اور جنت کو اس کی قیمت مانتے ہیں ، انہیں کسی پریشانی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ کی تعبیر کے مطابق : فی الزلازل وقورٌ و فی المکارہ صبورٌ۔[1]

کربلا میں امام حسینؑ کے اصحاب باوفا دشمن کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے ، ہر طرف سے تیروں اور نیزوں کی بارش ہو رہی تھی لیکن انہوں نے صبر و استقامت کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ امام حسینؑ نے مختلف مواقع پر ان کو صبر کی دعوت دی۔ صبح عاشورہ نماز صبح کے بعد امام نے ایک مختصر خطبہ میں اپنے اصحاب کو مخاطب کرکے فرمایا :

> صبراً بنی الکرام فما الموتُ اِلّا قنطرہ تَعْبُرَ بِکُم عَنْ البُؤُس و الضَّرّاءِ اِلَی الجِنان الوَاسِعَہ و النّعم الدّائِمَۃَ فایّکم یَکرہُ اَنْ یَنْتَقِلُ مِنْ سجنٍ اِلی قصر و ما ھو لاعداء کم اِلّا کَمَنْ یَنْتَقِلُ مِنْ قَصرٍ اِلَی سجنٍ وَ عَذَابٍ۔ ترجمہ : اے بزرگ زادگان ! صبر پیشہ کرو کیونکہ موت صرف ایک پل ہے جو رنج و سختی سے تمہیں جنت اور بے حساب نعمتوں کی طرف لے جائیگی۔ تم میں سے کون قید سے محل کی طرف نہیں جانا چاہتا ہے۔ یہی موت تمہارے دشمنوں کے لئے محل سے قید خانہ کی طرف جانے کے برابر ہے۔[2]

صبوری اور استقامت یہاں تک کہ مصائب و شدائد پر احساس لذت کرنے کی بنیاد ایمان و حب الٰہی اور قول خداوندی پر بھروسہ ہے۔ اگر جناب قاسم بن علی احلی من العسل کہتے ہیں اور موت کو شہد کی شیرینی سے تعبیر کرتے ہیں تو اس کی بنیاد بھی یہی ایمان اور حب الٰہی ہے۔ زیارت ناحیہ میں حضرت اباعبداللہ حسینؑ کو محتسب صابر کہا گیا ہے :

> السلامُ علی المحتسب الصابر ، السلامُ علی المظلوم بلاناصر۔

جناب عباس کے زیارتنامہ میں بھی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ امامؑ کی خصوصیات ان کے اصحاب میں بھی متجلی تھی اور ہر ایک اپنے درجات و کمالات کے مطابق محتسب صابر تھے۔ امامؑ اپنے صحابیوں کو شب زندہ داری اور نماز تہجد کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ رات میں عبادت کرنے والے ، دن میں

۱۔ نہج البلاغہ ، ص ۲۸۸
۲۔ سخنان حسین بن علی از مدینہ تا کربلا ، ص ۱۸۲

بڑے کام کر سکتے ہیں۔ زاہد شب زندہ دار ہی دن میں شیر ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؑ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یُمْسی وَ هَمُّهُ الشُّکْرُ وَ یُصبحُ وَ هَمُّهُ الذَکَر یبیتُ حَذِراً وَ یُصبحُ فَرَحاً۔

ترجمہ: رات کو شکر کرتے ہوئے صبح کرتے ہیں اور دن کو ذکر کے ساتھ اس کے باوجود خوف وہراس میں مبتلا ہیں لیکن صبح کے وقت خوشی ان کے عمل سے ظاہر ہے۔[۱]"

عاشورہ کے روز، نماز صبح کے بعد امامؑ نے اپنے اصحاب کے لئے خطبہ دیا۔ پھر دشمن کے سپاہیوں کی طرف ایک نظر ڈالی اور اپنے خدا سے راز و نیاز کی حالت میں فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثَقتی فِی کُلِّ کَرْبٍ وَ رَجائِی فِی کُلِّ شِدَّۃٍ وَ اَنْتَ لِی فِی کُلِّ امرٍ نَزَلَ بِی ثقة وَ عُدۃٍ کَمْ مِنْ ھَمّ یَضْعُفُ فِیه الفُؤَاد وَ تَقِلُّ فِیه الحِیلَةُ وَ یَخْذَلُ فِیه الصّدیق وَ یشمتُ فِیه العَدَوّ وَ اَنْزَلَتَهَ بِکَ وَ شکوتهُ اِلَیک رغبةً مِنّی اِلَیکَ عَمَّنَ سِوَاکَ فَکشفتُه وَ فرّجَتُهُ فَاَنْتَ وَلیُّ کل نعمة و منتهی کل رغبة۔

ترجمہ: سختیوں اور پریشانیوں میں توہی میری تکیہ گاہ ہے اور تو ہی میری امید ہے۔ کتنے ہی غم ایسے ہیں جو دلوں کو توڑ دیتے ہیں اور امید کو ناامیدی میں بدل دیتے ہیں، دوستوں کو دور کر دیتے ہیں اور دشمنوں کے طعنہ کا باعث بنتے ہیں۔ اس دشوار لمحہ میں صرف و صرف تیری بارگاہ میں شکوہ کرتا ہوں اور دوسروں سے قطع امید کرتا ہوں۔ تو ہی مجھے بچاتا ہے اور غم کے بادلوں کو ہٹاتا ہے اور آرام و سکون کے ساحل سے ہم کنار کرتا ہے۔ پالنے والے! تو ہر نعمت کا مالک اور سب کی آرزو اور تمنا کا مرکز ہے۔[۲]

امامؑ اس دعا میں استقامت و صبوری کے راز کو بتلاتے ہیں اور وہ ہے اللہ تعالی کی ذات پر بھروسہ جس کے ذریعہ ہم بڑے سے بڑے طوفان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ امامؑ کے اصحاب نے انہیں تعلیمات کے زیر سایہ پوری بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ حنظلہ شبامی جب ایک سخت جنگ کے بعد اور تیروں سے زخمی بدن کے ساتھ

۱۔ نہج البلاغہ، ص ۲۸۸

۲۔ سخنان حسین بن علی از مدینہ تا کربلا، ص ۱۸۵

امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امامؑ سے پوچھا: یا سیدی و مولای افلا نروح الی ربنا و نلحق۔ اے میرے آقا! کیا ہم اس جانثاری اور ایثار کے بعد بھی بارگاہ محبوب تک نہیں پہنچیں گے؟ امامؑ نے فرمایا: کیوں نہیں! چند لمحوں بعد تم اس چیز کو پالوگے جو تمہارے لئے پوری دنیا سے بہتر ہے۔ تو جلدی کرو۔[1]

حیرت کی بات یہ ہے کہ امامؑ کے بعض صحابی خود اپنے آپ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ امام حسن مجتبیٰؑ کے بیٹے احمد بن حسن جو کہ اپنے بھائی قاسم کی شہادت کے بعد میدان جنگ میں گئے تھے، تھوڑی دیر لڑنے کے بعد پیاس کی شدت سے خیام کی طرف واپس آئے اور چچا سے پانی طلب کیا۔ امامؑ نے فرمایا تھوڑا صبر کرو، عنقریب تمہارے جد رسول خداؐ تمہیں سیراب کریں گے۔ احمد بن حسن میدان جنگ میں واپس ہوئے اور اپنے آپ سے اس طرح مخاطب ہوئے:

اصبر قلیلاً فالمنا بعد العطش   فَاِنَّ روحی فی الجهاد تنكمش

لاارهبُ الموت اذا الموتُ وَحَش   و لم اكن عند اللقاء ذارَعَش

ترجمہ: اے نفس! کچھ دیر اور پیاس کو برداشت کر! کیونکہ میری روح جنگ میں کوشش کرے گی۔ مجھے موت سے کوئی خوف نہیں ہے اور جنگ کے وقت میں ڈرتا نہیں ہوں۔[2]

عاشورہ کے بعد ہم صبر کے جلوؤں کو اور واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ بچے اور عورتیں شہدا کے پارہ پارہ بدن کے پاس سے گذر رہے ہیں اور دشمن کو خوشی مناتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ دشمن تازیانے پر تازیانہ لگا رہا ہے اور اسیروں کا یہ قافلہ ایک مبہم و نامعلوم کل کی طرف روانہ ہو رہا ہے، لیکن سب صبر کا مظاہرہ کر رہے ہیں کیونکہ امامؑ نے وصیت کی ہے کہ گریہ و زاری نہ کریں۔ یہ لوگ ساری اذیتوں کو برداشت کرتے ہیں اور شہدا کے مقصد کو آگے بڑھاتے ہیں اور عبیداللہ بن زیاد اور یزید کے دربار میں پوری بہادری سے دشمن کا پردہ فاش کرتے ہیں۔

۱۔ حلی، علامہ ابن نما، در سوگ امیر آزادی (ترجمہ مثیر الاحزان)، ص۲۳۶

۲۔ گرمارودی، تبریزی، مولا محمد رفیع، ذریعۃ النجاۃ (ترجمہ)، ص۲۵۱

جناب زینب کبری، فاطمہ صغری، رباب، سکینہ اور ام کلثوم نے، امام سجادؑ کی قیادت میں، حیرت انگیز صبر و شکیبائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی رسالت کو بخوبی انجام دیا اور پیغام حسینی کو عام کیا۔ زیارت ناحیہ میں ہم حضرت اباعبداللہ حسینؑ کے بارے میں پڑھتے ہیں:

عجبت من صبرک ملائکة السماء۔ ترجمہ: آسمان کے فرشتے آپ کے صبر سے حیران ہیں۔

حقیقت میں یہ جملہ اسیران کربلا کے لئے صادق آتا ہے۔ شہدائے کربلا اور اسیران کربلا کا مقام و منزلت اسی صبر و شکیبائی کی وجہ سے ہے۔ قرآن میں صبر کرنے والوں کے اجر کے بارے متعدد آیتیں موجود ہیں:

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَـٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّـهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اے میرے ایماندار بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جو لوگ اس دار دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیکی ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے بس صبر کرنے والے ہی وہ ہیں جن کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے۔[1]

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّـهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ ترجمہ: جو مصیبت پڑنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں۔ کہ ان کے لئے پروردگار کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔[2]

۱۔ سورہ زمر، آیت ۱۰
۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۶ و ۱۵۷

دینی غیرت: مؤمن غیور ہوتا ہے اور برائی کو برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ مؤمن کی غیرت کا سرچشمہ ایمان ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: غیرة الرجل ایمان۔[۱]

دین کے طئے غیرت رکھنے والا انسان معروف کی یعنی اچھے کاموں کی تعریف کرتا ہے اور انہیں معاشرہ میں پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر کوئی معروف کے خلاف کرتا ہے تو اپنے قول و عمل اور تحریر سے اس کا دفاع کرتا ہے۔ ایسا انسان کسی منکر کو برداشت نہیں کرتا اور وہ اگر کہیں منکر دیکھتا ہے تو اس کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالی غیرت مند انسانوں کو پسند کرتا ہے: ان اللہ یحب من عبادہ الغیور۔[۲]

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

> "الرّاضی بفعل قومٍ کالدخال فیه مَعَهُم وَ علی کُلِّ داخلٍ فِی باطلٍ اِثمان، اِثمُ العمل و اِثمُ الرَضی به۔ ترجمہ: کسی گروہ کے کام سے خوش ہونے والا ایسا ہے جیسے اس نے اس کام میں شرکت کی ہو۔ اگر کوئی غلط کام کرتا ہے تو اس نے دوگناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ پہلے تو اس نے اس غلط کام کو انجام دیا اور دوسرا وہ اس عمل سے راضی ہے۔[۳]"

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ عاشورہ اسی دینی غیرت کے نہ ہونے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا۔ اگر معاشرہ کے لوگ اور خاص کر ذمہ دار طبقہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھاتے اور منکر و غلط باتوں کے سامنے قد علم کرتے تو یہ دکھ بھرا واقعہ ہرگز رونما نہ ہوتا۔ مروان بن حکم نے جب امام حسینؑ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا تو امامؑ نے فرمایا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ خاندان ابوسفیان اور طلقاء کی اولاد پر خلافت حرام ہے۔ اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کا پیٹ پھاڑ دو:

> "فواللہ لقد رآہُ اھل المدینة علی منبر جدی فَلَمْ یفعلوا ما اُمِروا به، فابتلاھُمُ اللہُ بِابنِه یزیدَ! زَادَہُ اللہُ فِی النّار عذاباً۔ ترجمہ: خدا کی قسم! اہل مدینہ نے اسے میرے

۱۔ ترجمہ و شرح غرر الحکم (جلد ۲)، ص ۲۶۵
۲۔ میزان الحکمہ (جلد ۷)، ص ۳۵۷
۳۔ نہج البلاغة

جد کے منبر پر دیکھا لیکن آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ان پر یزید کو مسلط کر دیا۔ اللہ تعالی اس کے عذاب میں اضافہ کرے۔[۱]"

غلط باتوں کو دیکھ کر خاموش رہنے اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانے سے معاویہ اور یزید جیسے افراد معاشرہ میں پروان چڑھتے ہیں۔ جس شخص میں دینی غیرت نہیں پائی جاتی، اسلامی تہذیب کی زبان میں اسے ضعیف مؤمن کہا گیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللہ یَبْغَضُ الْمؤمنُ الضعیفُ الّذِی لا دین لَہُ، قِیل لَہُ وَ مَا المُؤمِنُ الضَّعیفُ الَّذِی لا دینَ لَہُ؟ قَالَ الَّذِی لَاینھی عن المنکر۔ ترجمہ: اللہ تعالی ضعیف مؤمن کو پسند نہیں کرتا۔ پوچھا گیا بے دین ضعیف مؤمن کون ہے۔ فرمایا: وہ شخص جو نہی عن المنکر نہیں کرتا ہے۔[۲]"

دینی غیرت کا سب سے بڑا مظہر امام حسینؑ کی ذات گرامی ہے جنھوں نے فرمایا:

اَنَـا الحُسَـینُ بـنُ علـی   اَلَیـــتُ ان لا انثنـــی

احمـی عیـالاتِ ابـی   اَمضـی علـی دیـن النّبـی

ترجمہ: میں حسینؑ بن علی ہوں۔ میں ظالموں کے مقابلہ میں سر تسلیم خم نہیں کروں گا اور خاندان اور بابا کی حریم کا دفاع کروں گا اور پیغمبرؐ کے دین پر عمل پیرا رہوں گا۔[۳]

مسلم بن عوسجہ اسدی میدان کربلا کے ایک غیرت مند صحابی ہیں۔ جب آخری لمحوں میں امام حسینؑ اور حبیب بن مظاہر اسدی ان کے سرہانے پہنچے تو امامؑ نے ان سے فرمایا: اے مسلم! اللہ تم پر رحمت نازل کرے۔ حبیب نے ان سے کہا: اے مسلم! کتنا سخت ہے تمہارا خاک پر پڑے رہنا میں تمھیں جنت کی مبارک باد دیتا ہوں۔

۱۔ فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۳۲۳
۲۔ ابن بابویہ، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین، معانی الاخبار، ص ۳۲۴
۳۔ فرہنگ جامع سخنان امام حسین، ص ۵۶۰

مسلم نے جواب دیا: اللہ تمہیں خیر کی بشارت دے۔ حبیب نے کہا: میں بھی کچھ ہی لمحوں میں تمہارے پاس آنے والا ہوں ورنہ تم سے وصیت کرنے کے لئے کہتا اور اس پر عمل کرتا۔ مسلم نے اپنی طاقت کو سمیٹ کر امامؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اللہ تم پر رحمت نازل کرے! امامؑ کے رکاب میں رہنا یہاں تک کہ اس راہ میں تمہاری جان چلی جائے۔[۱]

اصحاب حسینی کی دینی غیرت کے بارے۔بریر بن خُضیر ہمدانی کا قاتل کعب بن جابر کہتا ہے:

لم تَرَعینی مثلهم فی زمانهم — ولا قبلهم فی الناس اذا انا یافع
اَشَدَّ قِرَاعاً بالسّیوف لدی الوغا — اَلاکُلَ مَنْ یحمی الذّمار مقارعُ
وَ قد صبروا لطمن و الضرب جُسَراً — و قد نازلوا لَو اَنَّ ذالک نافع

ترجمہ: میری آنکھوں نے ان کے جیسا نہیں دیکھا نہ ان کے زمانہ میں اور نہ ان سے پہلے جب میں جوان تھا۔ میدان جنگ میں ان کی تلواریں بہت سختی سے چلتی ہیں اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والا باغیرت شخص ایسے ہی جنگ کرتا ہے۔ وہ لوگ تلوار و تیر و نیزہ کے مقابلہ میں بہت بہادری سے لڑتے تھے...[۲]

واقعہ کربلا کے بعد بھی ہم کو یہ دینی غیرت دیکھنے کو ملتی ہے۔ دربار ابن زیاد میں عبداللہ بن عفیف نے امام حسینؑ کی حمایت میں جو قدم اٹھایا وہ اسی دینی غیرت کی ایک مثال ہے۔ عبداللہ بن عفیف کی بائیں آنکھ جنگ جمل میں اور دائیں آنکھ جنگ صفین امام علیؑ کے رکاب میں جاچکی تھی۔ دربار کوفہ میں انہوں نے امام حسینؑ کی شان میں جب ابن زیاد کی توہین آمیز باتیں سنیں تو ان سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے اعتراض کیا اور آخرکار شہید کردئے گئے۔

کاروان حسینی کے غیور افراد نے کوفہ وشام میں پوری طاقت کے ساتھ ابن زیاد اور یزید کا مقابلہ کیا اور اپنی تقریروں کے ذریعہ دشمن کو ذلیل وخوار کیا اور ان کے مقاصد پر پانی پھیر دیا۔

۱۔ طبری، جریر، تاریخ طبری (جلد ۵)، ص ۴۳۶
۲۔ قمی، شیخ عباس، سفینۃالبحار (جلد ۵)، ص ۴۱

مواسات، ہمدلی اور وحدت: کربلا میں موجود اصحاب حسینی دنیاوی تعلقات کی زنجیروں کو توڑ چکے تھے اور اسی وجہ سے ان کے درمیان کسی طرح کا نفاق واختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ ان کا مقصد ایک ہے، ان کے بات کرنے کا انداز ایک ہے، ان کا کردار ایک ہے، اور خاص کر ان کی قیادت ایک ہے اور اسی قیادت کے محور پر وہ لوگ متحد ہیں۔ جب شمر امان نامہ لیکر آتا ہے تاکہ شاید امامؑ کے چار بڑے جانثاروں کو راستے سے ہٹا سکے تو چاروں بھائی ایک زبان ہو کر اسے ذلت و خواری کے ساتھ واپس بھیجتے ہیں اور امامؑ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

اگر جبہہ مقابل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے اس میں نفاق نے وفاق کی جگہ لے لی ہے۔ شمر عمر سعد کو ہٹانا چاہتا ہے، عمر سعد شمر کو ناکام کرنا چاہتا ہے، شبث بن ربعی عمر سعد سے متفق نہیں ہے۔ ان کے کمانڈروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

شب عاشورہ جب امامؑ نے اپنے اصحاب کی گردنوں سے بیعت اٹھالی اور انہیں رات کی تاریکی میں جانے کے لئے کہا تو مسلم بن عوسجہ اسدی نے شکوہ کرتے ہوئے کہا:

> انحنُ نَتَخلّی عَنْکَ وَلَم نَعْذَرُ اِلَی اللہ فی ادا حَقِّکَ؟اَمَا واللہ لا افارقک حتی اکسر فی صدورهم رمحی واضربهم بسیفی ما ثبت قائمة بیدی واللہ لولم یکن معی سلحی لقذفتهم باحجارة دونک حتی اموتُ معک۔ ترجمہ: کیا ہم آپ کی مدد سے دستبردار ہو جائیں جب کہ درگاہ خداوندی میں ہمارے پاس کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے جدا نہیں ہونگے اور دشمنوں سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ دشمن کے سینہ میں نیزہ ٹوٹ جائے۔ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں لڑوں گا اور میرے ہاتھ میں کچھ نہیں رہے گا تو میں پتھروں سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔[1]

۱۔ ابن کثیر، تاریخ کامل (جلد ۴)، ص ۵۸

تحریک حسینی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک میں آغاز سے لیکر انجام تک کسی بھی مرحلہ میں اور کسی بھی منزل پر اختلاف و تفرقہ نہیں ہے، سبھی کی نگاہ اپنے امامؑ پر ہے اور سارے فیصلوں میں امام علیہ السلام محور اور فصل الخطاب ہیں۔

امامؑ کے اصحاب میں موجود یہ اتحاد و اتفاق اس حد تک ہے کہ ان کے رجز ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور گویا ساری باتیں ایک زبان سے ادا ہو رہی ہیں اور سارے عمل ایک ہی بدن سے صادر ہو رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک ہی بات یا عمل کو کبھی کبھی کئی لوگوں کی طرف نسبت دی جاتی ہے اور اسی یگانگی اور اتحاد کی وجہ سے یہ بات قابل قبول بھی ہے۔[1]

یہ وحدت عمل اصحاب حسینی تک محدود نہیں ہے بلکہ اسیران کربلا کے قافلہ میں موجود مرد و زن اور بچے سبھی ایک زبان اور ایک دل ہیں۔ جناب زینب اور جناب ام کلثوم کے خطبے اور جناب سکینہ کی باتیں اور امام سجادؑ کی تقریریں گویا ایک ہی شخص کی زبان سے بیان ہو رہی ہیں۔

بیان حقائق اور بصیرت افزائی: امر بمعروف اور نہی عن المنکر امام حسینؑ کی تحریک کا ایک اہم حصہ ہے۔ برائیوں کی مذمت کرنی چاہئے اور اچھائیوں کو سراہنا چاہئے۔ امامؑ کے اصحاب بھی اپنے قائد کی طرح ظلم و ستم کے چہرے کو رسوا کرتے تھے۔ امامؑ نے مختلف مقامات پر اپنے آپ کا تعارف کرایا کہ وہ فرزند پیامبر اور فاطمہ و علی کے بیٹے ہیں۔ ان کے چچا جعفر و حمزہ شہید ہیں اور ان کی دادی خدیجہ کبری ہیں تاکہ دشمن کو پتہ چلے کہ وہ کس سے جنگ کر رہا ہے اور دوستوں کو یہ اندازہ ہو کہ وہ کس کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ منزل شراف میں جب حر بن یزید ریاحی کا لشکر سامنے آیا تو امامؑ نے فرمایا:

> اَمّا بَعد ایّها الناس فانَکُم اِن تتقوا اللهِ وَ تَعْرَفوا الحقَّ لِاَهْلِه یکن ارضی الله وَ نَحنُ اَهْلَ بیت محمد اَولی بولایة هذا الامر مِنْ هؤلاء المدّعین مَا لَیسَ لَهُم وَ السّائِرین بالجور و العُدوان و اِنْ اَبیتُم اِلّا الکراهة لَنَا و الجهل بِحَقِّنَا وَ کَان رَایُکُم الان غیر ما آتتنی بِهِ کُتُبُکُم اَنْصَرِفْ عَنْکُم۔ ترجمہ: اے لوگوں! اللہ سے ڈرو اور یہ مان لو کہ حق اہل حق کے ہاتھ میں رہے جس سے خدا کی خشنودی بھی حاصل ہو گی۔ ہم اہلبیت پیغمبرؐ لوگوں کی ولایت

[1] آیینہ داران آفتاب (جلد ۲)، ص ۲۰

وقیادت کے لئے ان سے (بنی امیہ) زیادہ مستحق ہیں جنہوں نے ناحق اس منصب کا دعوی کیا اور ہمیشہ ظلم و ستم و فساد اور خدا سے دشمنی کا راستہ اختیار کیا۔ اگر تم اپنی بات پر بضد ہو اور ہم سے منہ موڑتے ہو اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے ہو اور تمہارا مطالبہ وہ نہیں ہے جو تم نے اپنے خطوط میں تحریر کیا ہے تو میں یہیں سے واپس چلا جاتا ہوں۔[۱]

امامؑ کے اصحاب بھی کربلا کے میدان میں اپنا تعارف دین علیؑ کے ماننے والے کی حیثیت سے کراتے ہیں اور ولایت اہلبیت کی حمایت کرتے ہیں۔ امام حسینؑ اپنا تعارف پیش کرنے کے علاوہ دشمن کی سازشوں اور مکاریوں کا پردہ بھی فاش کرتے تھے۔ امامؑ نے اپنے پورے سفر میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک بوڑھوں اور جوانوں کے لئے دو الگ تبلیغی طریقے اختیار کئے۔ بزرگ افراد نے پیغمبر اسلامؐ کے زمانے کو دیکھا تھا یا آپ کی روایتیں ان کے ذہن میں تھیں لہذا امامؑ ایسے افراد کے سامنے پیغمبر اسلامؐ کی احادیث کے ذریعہ اپنی شان و منزلت کو ان کے لئے بیان کرتے تھے اور بعضاً بنی امیہ کے مظالم کے سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ کی احادیث کا سہارا لیتے تھے۔

امامؑ جب جوان افراد سے گفتگو کرتے تھے تو روایات کے بجائے دشمن کے ظلم و فساد اور برائیوں کو بیان کرتے تھے۔ اصحاب امامؑ بھی اسی شیوہ پر عمل پیرا تھے اور دشمن سے گفتگو کے دوران بنی امیہ کے مظالم کو بیان کرتے تھے اور امامؑ کی شان و منزلت پر روشنی ڈالتے تھے۔ عبدالرحمٰن غفاری اور ان کے بھائی عبداللہ میدان جنگ اس طرح رجز پڑھتے ہیں:

قد علمت حقّاً بنو غفار وَ خِنْدفٍ بعد بنی نَزار

لنصرن بن معشر الفُجّار بکل غضبٍ صارم بتّار

یا قومَ ذُودوا عن بنی الاحرار بالمشرفی والقنا الخطار

ترجمہ: بنو غفار و خندف و بنی نزار جانتے ہیں کہ ہم اپنی تلوار سے پوری طاقت سے فاجروں کو نیست و نابود کریں گے اور اہلبیت پیغمبرؐ کی تلوار و نیزہ سے حفاظت کریں گے۔[۲]

۱۔ سخنان حسین بن علی از مدینہ تا کربلا، ص ۱۲۰
۲۔ امین، سید محسن، اعیان الشیعہ، (جلد ۱)، ص ۶۱۱

اصحاب حسینی کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ انحرافی افکار کی مخالفت کی اور ظالم حکومت کے چہرے سے پردہ ہٹایا۔ یہ خاص بات اصحاب حسینی کے رجز سے بھی ظاہر ہے اور امام سجادؑ و جناب زینب (س) کے خطبوں میں بھی مشہود ہے۔ جب اہلبیت کا قافلہ دربار شام میں پہنچا تو یزید نے سورہ آل عمران کی چھبیسویں آیت [1] کی تلاوت کی اور اپنی ظاہری کامیابی کو اللہ کی مشیت و ارادہ بتایا۔ امام سجادؑ نے اس کے جواب میں سورہ حدید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَ اللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔ ترجمہ: زمین میں کوئی بھی مصیبت وارد ہوتی ہے یا تمہارے نفس پر نازل ہوتی ہے تو نفس کے پیدا ہونے کے پہلے سے وہ کتاب الٰہی میں مقدر ہو چکی ہے اور یہ خدا کے لئے بہت آسان شے ہے۔ یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جو مل جائے اس پر غرور نہ کرو کہ اللہ اکڑنے والے مغرور افراد کو پسند نہیں کرتا ہے۔

اصحاب حسینی نے اپنے رجز میں دشمن کی قساوت اور بے رحمی کے اسباب و علل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ امام حسینؑ خود اس کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"قد انخزلت عطاتكم من الحرام و مُلئت بطونكم من الحرام فطبع الله على قلوبكم۔ ترجمہ: تم میری باتوں پر توجہ نہیں دے رہے ہو اور یہ اس لئے ہے کہ تمہاری

۱۔ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ ترجمہ: پیغمبر آپ کہئے کہ خدایا تو صاحب اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے۔

بخششیں حرام سے ہیں اور تمہارے شکم حرام سے بھرے ہیں اور اللہ تعالی نے تمہارے دلوں پر مہر لگادی ہے۔"[۱]

اصحاب حسینی نے مختلف مواقع پر دشمن کی پستی اور قساوت کی طرف اشارہ کیا ہے۔جُنادہ بن کعب بن حارث الانصاری اپنی رجز میں کہتے ہیں:

انا جُنادٌ و انـا ابـن الحـارث　　لسـتُ بخـوارٍ و لابناكـث
عن بيعتي حتى يرثني وارثـي　　اليوم شلوى في الصعيد ماكث

ترجمہ: میں جنادہ فرزند حارث ہوں۔مجھ میں سستی اور پیمان شکنی نہیں ہے۔میں اپنے عہد و پیمان پر قائم ہوں یہاں تک کہ میرا خون اس ریگستان پر بہہ جائے۔[۲]

اسلم بن عمرو بھی اپنی رجز میں عمر سعد اور دوسرے دشمنوں کی قساوت کی عکاسی کرتے ہیں:

البحـرُ مِـنْ طعنـي و ضـربي يصـطلي　　والجـوُّ مِـنْ سـهمي و نبلـي يمتلـي
اذا حُسـامي فـي يمينـي ينجلـي　　ينشـق قلـب الحاسـد المبجّل(المبخّـل)

ترجمہ: دریا میری تلوار کی ضرب سے شعلہ ور ہے۔اور فضا میرے تیروں کی بارش سے پر ہے۔جب میرے دائیں ہاتھ میں تلوار آتی ہے تو حسود و بخیل اور خود پسند افراد کے سر کو شکافتہ کرتی ہے۔[۳]

اس رجز میں عمر سعد اور دوسرے دشمنوں کی حسادت، بخل اور دوسرے رذائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عاشورائے حسینی تاریخ اسلام و عالم کا ایک اہم واقعہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں کی شناخت بہت ضروری ہے اور یہ شناخت اصحاب حسینی کی پہچان کے بغیر نامکمل رہے گی۔اصحاب حسینی ہر دور میں ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ عمل بن سکتے ہیں جنہوں نے مشکلات و پریشانیوں کو دل و جان سے خریدا اور اپنی جان کو راہ حق میں اور امام حسینؑ کی ولایت میں قربان کردیا۔

۱۔فرہنگ جامع امام حسین، ص ۳۷۴
۲۔سید بن طاوس، الاقبال بالاعمال الحسنہ (جلد ۳)، ص ۷۹
۳۔آینہ در کربلاست، ص ۳۳۵

منابع و مآخذ

❖ قران کریم، ترجمہ بہاء الدین خرمشاہی
❖ نہج البلاغہ، ترجمہ سید جعفر شہیدی، شرکت انتشارات علمی وفرہنگی، تہران
❖ ابن کثیر، تاریخ الکامل، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۵ق
❖ ابن بابویہ، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین، معانی الاخبار، تصحیح علی اکبر غفاری، منشورات جماعہ المدرسین قم، ۱۳۶۱
❖ اخطب خوارزم، ابو المؤید الموفق بن احمد المکی، مقتل الحسین، تحقیق شیخ محمد سماوی، مکتبہ المفید، قم، ۱۴۲۳ق
❖ الطریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، تحقیق ونشر قسم الدراسات الاسلامیہ، موسسۃ البعثہ، تہران
❖ امین، سید محسن، اعیان الشیعہ، تحقیق حسن امین، دار التعارف، بیروت، ۱۴۰۱
❖ حلی، علامہ ابن نما، در سوگ امیر آزادی، ترجمہ مثیر الاحزان، ترجمہ علی کرمی، نشر حاذق، ۱۳۸۰ش
❖ دشتی، محمد، نہج البلاغہ، آدینہ سبز، تہران، ۱۳۸۷
❖ ری شہری، محمد، میزان الحکمہ، دار الحدیث، قم، ۱۴۱۶ق
❖ سنگری، محمد رضا، آیینہ داران آفتاب، نشر بین الملل، تہران، ۱۳۸۷
❖ سید بن طاووس، لاقبال بالاعمال الحسنہ، تحقیق جواد قیومی اصفہانی، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۹۲
❖ سید بن طاووس، لہوف، ترجمہ سید احمد فہری، شرکت چاپ ونشر بین الملل، تہران، ۱۳۸۹
❖ فرہنگ جامع سخنان امام حسینؑ، ترجمہ علی مؤیدی، نشر مشرقین، قم، ۱۳۸۱
❖ قمی، شیخ عباس، سفینۃ البحار ومدینہ الحکم والآثار، دار الاسوہ، قم، ۱۴۱۶ق
❖ قمی، شیخ عباس، مفاتیح الجنان
❖ گرم ماروی تبریزی، مولا محمد رفیع، اشک ہای خونین در سوگ امام حسینؑ (ترجمہ ذریعہ النجاہ)، ترجمہ وبازنویسی محمد حسین رحیمیان، حاذق، تہران، ۱۳۸۰
❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار الائمہ الاطہارؑ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق

❖ نجمی، محمد صادق، سخنان حسینؑ بن علی از مدینہ تا شہادت، دفتر انتشارات اسلامی، تہران، ۱۳۷۴
❖ التمیمی الامدی، عبدالواحد، غرر الحکم و درر الکلم، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۰۷ق
❖ البخاری، محمد ابن اسماعیل، صحیح البخاری، حسان عبد المنان، بیت الافکار الدولیہ، الاردن، ۲۰۰۸م
❖ اشراقی، حاج میرزا محمد، اربعین الحسینیہ، انتشارات اسوہ، تہران، ۱۳۷۹ش
❖ اندلسی، ابن عبد ربہ، العقد الفرید، بیروت، ۱۴۰۸ق
❖ بلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، دار التعارف، بیروت، ۱۳۷۹ق
❖ حکیمی، محمد رضا، سلونی قبل ان تفقدونی، مکتبہ الصدر، تہران، ۱۳۷۳ش
❖ ری شہری، محمد محمدی، منتخب میزان الحکمہ، دار الحدیث، ۱۳۸۷ش
❖ سنگری، محمد رضا، آینہ داران آفتاب، شرکت چاپ و نشر بین الملل، تہران، ۱۳۸۷
❖ شوشتری، قاضی نور اللہ۔ احقاق الحق وارھان الباطل (ج ۱۱)، مکتب المرعشی النجمی، قم
❖ شہر آشوب، ابو جعفر محمد ابن علی، مناقب آل ابی طالب، دار الضواء، بیروت، ۱۴۰۵
❖ طاووس، سید بن (۱۳۲۱ش) اللھوف علی قتلی الطفوف، تہران
❖ قمی، شیخ عباس، سفینہ البحار، دار الاسوہ، قم، ۱۴۱۴ق
❖ محلاتی، رسول، غرر الحکم و درر الکلم، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۷۸
❖ مفید، شیخ، الارشاد، ق مکتبہ بصیرتی، قم
❖ مقرم، عبدالرزاق، مقتل مقرم، مطبعہ آداب، نجف، ۱۳۹۲ق
❖ مویدی، علی، فرہنگ جامع سخنان امام حسینؑ، نشر معروف و مشرقین، قم، ۱۳۸۱